مرتب: حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب بنیریؒ*

اسلام کے عائلی نظام اور مغرب زدہ طبقوں کی ریشہ دوانیاں

دارالعلوم حقانیہ کے بورڈ کی طرف سے شادی کمیشن کی سفارشات پر تنقید و تبصرہ

تقریباً نصف صدی قبل 1956ء میں مغربی اور سیکولر لابیوں سے مرعوب روشن خیالوں نے اسلام کے عائلی نظام نکاح' طلاق' تعدد ازدواج میں اصلاح کے نام پر ایک شادی کمیشن قائم کیا جو اس سارے نظام کے بارہ میں سفارشات پیش کریں' ان سفارشات پر ملک بھر میں تنقید کا ایک طوفان اٹھا کمیشن کے ایک غیرت مند رکن جید عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم نے اختلافی نوٹ میں سفارشات کا مدلل توڑ کیا' انہی سفارشات کے نتیجہ میں اس وقت کے ڈکٹیٹر فوجی سربراہ صدر ایوب نے موجودہ عائلی قوانین نافذ کیے جو اب تک رائج ہیں' کمیشن نے ان سفارشات کے بارہ میں دارالعلوم حقانیہ سے بھی رائے مانگی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ نے اس وقت کے مفتی اور جید استاد مولانا مفتی محمد یوسف بنیری قدس سرہ کی نگرانی میں اساتذہ کا ایک بورڈ قائم کیا' جو ان سفارشات پر اپنی رائے اور تنقید و تبصرہ کرے' مولانا مفتی محمد یوسف مرحوم نے حضرت شیخ الحدیث اور دیگر اساتذہ کے مشاورت سے مفصل تنقیدی جواب لکھا' جس پر اس وقت کے صدر المدرسین استاذی مولانا عبدالغفور سواتیؒ نے بھی دستخط ثبت کئے۔ ۵۰ سال قبل کی یہ عالمانہ اور وقیع تحریر میرے مسودات میں محفوظ تھی روشن خیالوں کے ہاں آج بھی انہی مسائل کو مشق تنقید بنانے کا سلسلہ جاری ہے' اس لحاظ سے یہ تحریر فتنہ پردازوں کیلئے آج بھی تازہ ہے (سمیع الحق)

شادی کمیشن کی سفارشات پر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کی طرف سے قائم شدہ بورڈ کا تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکومت نے شادی کے متعلق قوانین کے لئے ایک کمیشن بنایا تھا' جس نے چند سفارشات پر مستقل ایک رپورٹ پیش کی ہے' رپورٹ کا مکمل متن اگرچہ ہمارے سامنے نہیں ہے' اور ہرچند کہ اس کے شائع کرانے کی کوشش کی گئی' مگر تا حال منظر عام پر نہ آسکی' اس کے بعض دفعات اخبارات میں شائع کئے جا چکے ہیں' اور ملک کے مختلف مکاتب فکر کی طرف سے ان پر اظہار خیال بھی کیا گیا ہے۔

---

* سابق مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مسلمانان پاکستان ہر نئی تبدیلی کی ابتداء میں اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ ملک کا سربراہ اور بااقتدار طبقہ جس کے ہاتھ میں ملک کے اختیارات ہیں' قومی اور ملی مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی مفید پروگرام مرتب کرکے اب کی دفعہ اس کو کامیاب بنانے کے لئے ایسا لائحہ عمل اختیار کریں گے' جس سے تمام مسائل حل ہو کر مشکلات رفع ہو جائیں گی' مگر بدقسمتی سے ہر دور میں مایوسی کے سوا کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا' دستور بننے کے بعد قوی امید تھی' کہ اب یہ حضرات ایمانداری اور دیانت سے کام کرکے جلد از جلد دستور کے مطابق اسلامی قوانین کو کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کرکے ملکی نظام کی تعمیر نو اس کے مطابق کریں گے' لیکن شادی کمیشن کی سفارشات نے قوم کی توقعات کو خاک میں ملا دیا۔ سفارشات کی بعض دفعات کو اخبارات میں پڑھ کر حد درجہ تعجب ہوا کہ ایک طرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جانب سے قوم کو یہ اطمینان دلایا جارہا ہے کہ ''کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا'' اور دوسری طرف ایسے دفعات کو قانونی حیثیت دینے کی سفارشات کی جارہی ہیں' جن کا نہ صرف کتاب وسنت میں نام و نشان نہیں' بلکہ وہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی بھی ہیں' عہد نبویؐ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے تعامل پر جتنی دوریں گزر چکی ہیں' ان میں سے کسی ایک دور کی بھی نشاندہی نہیں کی جاسکتی ہے' کہ اس دور میں شدید سے شدید تر اختلافات اور سیاسی انقلابات کے باوجود ان دفعات کی طرف امت میں سے کسی نے التفات بھی کیا ہو آخر قول وعمل کا تضاد کب تک رہے گا' الم یان للذین آمنو ان تخشع قلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق (الآیة)

اس سے بڑھ کر قابل افسوس بات یہ ہے کہ سفارشات کے متعلق بعض ان خواتین اور بیگمات نے جن کی ساری زندگی لندن اور امریکہ کے تفریحی تقریبات میں گزر چکی ہے اور اسلام کا صحیح علم نہیں رکھتی ہیں۔ یہ رائے ظاہر کردی ہے کہ یہ رپورٹ ہمیں اسلام کے مطابق اور پاکستانی عورتوں کے مشکلات کے حل کے لئے کامیاب اقدام ہے' ہماری رائے سفارشات کے شائع شدہ دفعات کے متعلق کتاب وسنت اور چودہ سو سال کے تعامل امت کی روشنی میں قطعی طور پر یہ ہے۔ کہ کمیشن نے اپنی سفارشات میں اسلامی شریعت کو یکسر نظر انداز کردیا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن دفعات کو ہم قابل تنقید سمجھتے ہیں' ان پر بقدر ضرورت تبصرہ کریں تاکہ کمیشن حکومت اور عامۃ الناس پر واضح ہو جائے' کہ ایسے دفعات کتاب وسنت پر مبنی عائلی قوانین کے لئے تو سفارشات نہیں بن سکتی ہیں' البتہ ہوا پرست لوگوں کی خواہشات پورا کرنے کیلئے ایک چال ضرور ہے۔ جو مسلمانوں کے ایمانی جذبات سے کھیلا جارہا ہے۔

ذیل میں وہ دفعات نمبروار بمعہ تبصرہ کے ذکر کئے جاتے ہیں' جن کو ہم کتاب وسنت کے منافی سمجھتے ہیں۔

دفعہ 1: کوئی شخص عدالت کی منظوری کے بغیر پہلی بیوی کی زندگی میں دوسری شادی نہ کرسکے گا

تنقید وتبصرہ:

اسلامی شریعت نے عقد اول اور عقد ثانی وثالث ورابع میں کوئی فرق نہیں کیا ہے' ان سب کی کھلی اجازت ہے' اگر عقد اول کسی عدالت کی اجازت کے ساتھ مشروط نہیں ہوسکتا۔ تو ثانی کیا ثالث ورابع بھی نہیں ہوسکتا کہ اس طرح کی سفارشات اسی صورت میں قابل غور ہوسکتی ہیں جبکہ پہلے یہ تسلیم کرلیا جائے کہ تعدد ازواج ایک برا فعل ہے' جن کو اگر نہ روکا جاسکا تو کم ازکم اس پر پابندیاں ہی عائد ہونی چاہیں لیکن یہ اسلام کے فلسفہ قانون کا نظریہ نہیں بلکہ مسیحی فلسفہ قانون کا نقطہ نظر ہے' اس لئے اسلامی قانون کی بحث میں ایسی سفارشات پیش کرنا جن کا بنیادی تصور ہی اسلام کے تصور سے مختلف ہو' بالکل اصول غلط ہے۔

اسلام اور تعدد ازدواج:

ہماری قوم کی انتہائی بدقسمتی یہ ہے۔ کہ اس میں اب بھی ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کرکے پھر بھی اسلامی نظریات کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں' بلکہ مسیحی یورپ سے مرعوب ہو کر مغربی نظریات پر ایمان رکھتے ہیں۔ تعدد ازدواج' مذہب اسلام میں نہ صرف جائز بلکہ بعض تمدنی اور اخلاقی مصالح کی بناء پر مستحسن اور مطلوب بھی ہے' مگر مسیحی یورپ کے مقلدین مغربیت سے متاثر ہو کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام میں تعدد ازدواج ایک قبیح فعل ہے' جس کے روکنے کے لئے ہر ممکن سے ممکن تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔

اگر ہم یوں کہیں کہ سفارشات میں یہ دفعہ رکھی ہی اس لئے گئی ہے کہ اسکو قانونی حیثیت دے دینے کے بعد تعدد ازواج کو عملاً منسوخ کردیا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ ذیل میں مسئلہ تعدد ازواج کی مختصر توضیح کیجاتی ہے تاکہ یہ غلط فہمی دور ہوجائے کہ اسلام میں تعدد ازواج ایک ممنوع فعل ہے۔

کتاب اللہ اور تعدد ازواج:

قرآن کریم نے صریح لفظوں میں تعدد ازواج کی اجازت دی ہے۔ اور متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ البتہ اگر ظلم اور بے انصافی کا اندیشہ ہو۔ تو ظلم کے خطرے سے بچنے کیلئے چاہئے کہ ایک ہی بیوی سے شادی کرلیجائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النسآء)

ترجمہ: اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ (جبکہ تم انہیں اپنے نکاح میں لاؤ گے) انصاف نہ کرسکو گے۔ تو عورتیں (ان کے علاوہ) تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرو۔ لیکن اگر تمہیں خوف ہو۔ کہ ان کیساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی

بیوی پر اکتفا کرو۔

اسی مسئلہ کے متعلق سورت النساء کی انیسویں (۱۹) رکوع کی ایک آیت یہ بھی ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (النساء: ۱۲۸)

ترجمہ: دو بیویوں کے درمیان (قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں) عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ اگر چہ تم اس پر بہت حریص کیوں نہ ہو۔ (قانون الٰہی کی رو سے تم اس کے مکلف ہی نہیں ہو جس عدل کے تم مکلف ہو وہ عدل کرنا ہے ظاہری حقوق زوجیت میں اس لئے اس میں) ایک بیوی کی طرف سے اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو"

دونوں آیتوں سے واضح طور پر تعدد ازواج کے متعلق جو احکام ثابت ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ ایک سے لیکر چار تک بیویاں رکھنا ہر اس شخص کے لئے جائز ہے جو ان کے ساتھ عدل کے ساتھ قائم رہ سکتا ہو بلکہ اقامت عدل کی غرض سے یہ فعل اور بھی مستحسن ہو جاتا ہے

۲۔ جو شخص متعدد بیویوں سے نکاح کرے اس پر ان بیویوں کے درمیان از روئے قانون شرعی واجب اور لازم ہے

۳۔ متعدد بیویوں میں سے کسی ایک کی طرف ظاہری حقوق زوجیت کی ادائیگی میں اسطرح جھک جانا جیسے دوسری بیوی کے حقوق زوجیت تلف ہوں حرام ہے۔

تعجب ہے کہ ایسی صریح اجازت دربارۂ تعدد ازواج اور اس کے تفصیلی احکام کے باوجود جو لوگ مغربی نظریات پر ایمان رکھنا اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ وہ الٹا ان آیتوں سے یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں کہ تعدد ازواج اسلام کی نظر میں ایک مکروہ رسم ہے چنانچہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا اصل مقصد تعدد ازواج کے طریقے کو مٹانا تھا مگر چونکہ یہ طریقہ بہت رواج پا چکا تھا اسلئے اس پر پابندیاں عائد کر کے چھوڑ دیا گیا' وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم اگر چہ ایک طرف عدل کے شرط کے ساتھ تعدد ازواج کی اجازت دیتا ہے اگر عدل کو دوسری طرف جیسا کے سورۃ النسا کی آیت میں مصرح ہے ناممکن قرار دے کر اس اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے اس سے ملی جلی بات یہ بھی ہے جو حال ہی میں بعض حضرات کی طرف سے بصورت استدلال پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم تعدد ازواج کی اجازت کو حقوق یتامیٰ کی حفاظت سے وابستہ کرتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقوق یتامیٰ کی حفاظت کا سوال اگر نہ ہو تو یہ اجازت خود بخود منسوخ ہو جائے گی لیکن ایسی باتیں وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے ناواقف یا مسیحیت سے مرعوب ہوں یا ذہنی غلامی میں مبتلا ہوں۔ قرآن شریف نے تعدد ازواج کے بارے میں کہیں بھی اشارۃً یا

کنایۃً ایسا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ قرآن تعدد ازواج کے طریقے کو مٹانا چاہتا ہے یا یہ ایک قبیح رسم ہے بلکہ اس کے برعکس صریح لفظوں میں اجازت دیتا ہے البتہ عدل کو تعدد ازواج کی صورت میں ضروری قرار دیتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا قطعاً غلط ہے کہ تعدد ازواج خود ممنوع یا مکروہ فعل ہے اس طرح اس بات کی حقیقت بھی ایک مغالطہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت کے لئے قرآن کی رو سے عدل شرط ہے اور اس کو قرآن خود آیت "وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْآ اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ" میں غیر ممکن قرار دے کر تعدد ازواج کی اجازت کو عملاً منسوخ کر دیتا ہے کیونکہ اس آیت سے تعدد اجازت کو منسوخ کر دینا مقصد ہوتا تو بجائے "فلا تميلوا كل الميل" اس مقصد کیلئے یہ لفظ زیادہ صریح اور موزوں ہوتا کہ "فلا تنكحوا الا واحدة" یعنی چونکہ تعدد ازواج مشروط بالعدل ہے اور عدل تمہارے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے ایک زائد بیویوں کے ساتھ سرے سے نکاح مت کرو لیکن اس لفظ کو چھوڑ کر "فلا تميلوا كل الميل" کا لفظ لانا ایک قسم کی تصریح ہے اس بات پر کہ تعدد ازواج کو منسوخ نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ظلم کے دروازوں کو بند کیا جارہا ہے نیز آیت سے مطلب نکالنا کہ تعدد ازواج کو منسوخ کیا جارہا ہے اس لئے بھی غلط ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں ایک عدل ہے ظاہری حقوق زوجیت میں، دوسرا عدل ہے قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں، یہ غیر ممکن نہیں بلکہ انسان کا مقدور اور تعدد ازواج کی صورت میں شرعاً مطلوب بھی ہے۔ اور اس کا انسان مکلف بھی بنایا گیا ہے۔

۱. اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ (الاٰية) ۲. وامرت لاعدل بينكم . (الاٰية)

۳. لا يجرمنكم شنئان قوم علىٰ ان لا تعدلوا. (الاٰية)

اس لئے تعدد ازواج ظاہری حقوق زوجیت میں عدل کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ اقامت عدل کی غرض سے مطلوب اور مستحسن بھی ہو جائے گا اور سورۃ النسآء کی دوسری آیت میں جو عدل غیر ممکن قرار دیا گیا ہے۔ وہ عدل ہے قلبی محبت اور رجحانات میں اور یہ شرط نہیں ہے تعدد ازواج کی اجازت کے لئے، تو اس کے غیر ممکن ہونے سے تعدد ازواج کس طرح منسوخ ہو سکے گا رہا یہ کہ تعدد ازواج چونکہ حقوق یتامیٰ کی حفاظت سے وابستہ کر دیا گیا ہے لہٰذا اگر حقوق یتامیٰ کا سوال نہ ہو وہاں یہ اجازت خود بخود منسوخ ہو جائے گی یہ بھی قرآن کریم کے اسلوب بیان اور طرز تعلیم سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے قرآن کریم میں بکثرت ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ایک حکم بیان کرنے کے ساتھ ان حالات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں اس حکم کے بیان کی حاجت پیش آئی ہے۔ یا جن میں اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے لیکن حکم ان حالات کے ساتھ وابستہ اور مخصوص نہیں رہتا بلکہ دوسرے تمام حالات میں بھی اس حکم پر عمل کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوتا ہے مثال کے طور پر سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۳ میں فرمایا گیا ہے "اگر تم سفر پر ہو اور (قرض کی دستاویز لکھنے کے لئے) تم کو

کاتب نہ ملے تو پھر رہن بالقبض ہونا چاہئے'' کیا کوئی آدمی اس کا یہ مطلب لے سکتا ہے کہ اسلامی شریعت میں رہن بالقبض کا جواز صرف سفر اور کاتب نہ ملنے کی حالت کے ساتھ مخصوص اور وابستہ ہے اسی سورۃ النسآء کی چودہ رکوع کی پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے'' جب تم سفر میں ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرد اگر تم کو خوف اس بات کا ہو کہ دشمن کافر تمہیں فتنہ میں ڈالیں گے'' کیا اسے کوئی اسلامی قانون سے واقفیت رکھنے والا شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ سفر کی حالت میں مسافر کے لئے قصر نماز کا حکم اس حالت ہی میں ہوگا جب کہ اس کو یہ خوف کہ دشمن اس کو ستائے گا اور امن کی حالت میں اس کے لئے قصر جائز نہیں؟ ان مثالوں سے یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت جس آیت میں بیان ہوئی ہے اس کے ساتھ حقوق یتامیٰ کا ذکر کرنے کا مقصد اس اجازت کو صرف اس حالت کے ساتھ مخصوص اور وابستہ کردینا نہیں ہے جبکہ یتامیٰ کا کوئی معاملہ درپیش ہو بلکہ تعدد ازواج کی عام اجازت کے نزول کے وقت چونکہ یہ حالت موجود تھی کہ یتیم لڑکیوں کے حقوق تلف کئے جاتے تھے اس لئے تعدد ازواج کی اجازت کے ساتھ اس کا ذکر بطور ایک امر واقعہ کے کیا گیا چنانچہ صحیح حدیث میں اس آیت کا پس منظر حضرت عائشہؓ کی روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی سرپرستی میں ایسی یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں جن کے پاس والدین کی چھوڑی ہوئی کچھ دولت ہوتی تھی وہ ان لڑکیوں کے ساتھ مختلف طریقوں سے ظلم کرتے تھے اگر لڑکی مالدار ہونے کے ساتھ خوبصورت بھی ہوتی تو یہ لوگ مہر ونفقہ ادا کئے بغیر اس سے نکاح کر کے اس کے مال و جمال سے فائدہ اٹھاتے اور اگر وہ لڑکی بدصورت ہوتی تو یہ لوگ نہ خود اس سے نکاح کرتے نہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح ہونے دیتے۔ تاکہ دوسرا کوئی شخص ان سے اس کا حق طلب نہ کرے کبھی خود ان سے نکاح تو کرتے مگر بدصورتی کی وجہ سے بجائے حسن سلوک کے ان کے ساتھ ظلم کرتے تھے اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر کے انصاف نہ کرسکو گے تو دوسری عورتیں دنیا میں کچھ کم نہیں ہیں ان میں سے جو تمہیں پسند آئے ان کے ساتھ نکاح کرو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقوق یتامیٰ کا ذکر صرف بطور ایک امر واقعہ کے کیا گیا ہے نہ برائے تخصیص۔

الحاصل قرآن کریم کی رو سے یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ تعدد ازواج ایک مکروہ فعل اور رسم قبیح ہے تاکہ اس پر ایسی دفعات کے ذریعے پابندی عائد کی جائے جو سفارشات میں موجود ہے

سنت رسولؐ اور تعدد ازواج:

کتاب اللہ کے بعد سنت رسول کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں تو وہاں بھی کوئی ایسی چیز ہمیں نہیں ملتی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ تعدد ازواج سنت کی رو سے مکروہ فعل اور قبیح رسم ہے بلکہ اس کے برعکس متعدد روایات میں یہ تصریح ملتی ہے بلکہ حضورﷺ نے خود بھی تعدد ازواج پر عمل کیا ہے اور اس امت کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

ذیل میں وہ روایات نقل کی جاتی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں۔

حدیث نمبرا۔ عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قبض عن تسع نسوۃ و کان یقسم منھن لثمانٍ (متفق علیہ) (مشکوۃ ج ۲ صفحہ ۲۷۹)

ترجمہ: ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ انتقال کے وقت حضورﷺ کی نو بیویاں تھیں جن میں سے حضورﷺ آٹھ کے درمیان اپنی زندگی میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ یعنی جس بیوی کی باری ہوتی تھی حضورﷺ اسی کے ہاں رات گزارتے تھے اسی کو اسلامی شریعت میں تقسیم کہا جاتا ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ قرآن شریف سے تعدد ازواج کی جو اجازت ثابت ہوئی تھی حضورﷺ نے اس اجازت کے ماتحت متعدد بیویوں سے خود بھی نکاح کیا تھا البتہ قرآن میں چونکہ حضورﷺ کے حق میں تعدد ازواج کی اجازت کو چار کی حد تک محدود نہیں کیا تھا بلکہ اس سے زائد کی اجازت دی تھی اسلئے حضورﷺ نے اس پر عمل کیا) اسی کو حضورﷺ کی خصوصیت میں شامل کیا گیا ہے اور امت کے حق میں یہ اجازت چونکہ چار کی حد تک ہے اس لئے چار سے زائد شادیاں کرنا امت کے لئے بالاجماع حرام قرار دیا گیا ہے۔ رہے چار تو اس میں حضورﷺ اور امت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے یہ اجازت سب کے لئے ہے اور اسی کے ماتحت حضورﷺ نے خود امت کی تعلیم کی تعدد ازواج پر عمل کیا ہے:

حدیث نمبر ۲. عن ابی قلابۃ عن انس قال من السنۃ اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندھا سبعا وقسم واذ تزوج الثیب اقام عندھا ثلثا ثم قسم .
قال ابو قلابۃ ولو شئت لقلت ان انسا رفعہ الی النبی ﷺ .

(متفق علیہ . مشکوۃ ج ۲ صفحہ ۲۷۹)

''ابوقلابہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں حضرت انسؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر شخص کے نکاح میں پہلے سے شادی شدہ عورت موجود ہو۔ اور بعد میں کنواری یعنی غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ بھی نکاح کرے۔ تو سنت طریقہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ نئی بیوی کے پاس سات راتیں گزار کر پھر دونوں کے درمیان باری مقرر کردے'' ابوقلابہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انسؓ نے اس حدیث کو مرفوع کر کے بیان کیا ہے''

حدیث نمبر ۳. عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم کان یقسم بین النسآء فیعدل و یقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک و لا املک .

(رواہ ترمذی)

''ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم عدل کے ساتھ اپنی بیویوں کے درمیان شب باشی کی قسمت کیا کرتے تھے۔ اور یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خداوندا! میرے بس میں اگر ہے تو یہی قسمت ہے۔ جسکو میں عدل کیساتھ اپنی بیویوں کے درمیان اختیار کر رہا ہوں۔ لیکن قلبی محبت میں عدل چونکہ قبضۂ قدرت سے باہر ہے۔ اس کے مالک آپ ہی ہیں۔ اس لئے اسمیں کمی بیشی پر میرا مواخذہ نہ فرما''

حدیث نمبر ۴۔ عن ابی هريرة عن النبی صلعم قال اذا كانت عندالرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيمة وشقه ساقط۔

(رواه الترمذیؒ مشكوٰة ج۲ صفحه ۲۷۹)

ابو ہریرۃ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے نکاح میں دو بیویاں موجود ہوں اور اس نے (ظاہری حقوق زوجیت میں) دونوں کے درمیان عدل نہیں کیا ہو تو قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں اسکی پیشی اس حال میں ہوگی کہ اس کا آدھا حصہ (خشک ہو کر) گر گیا ہوگا''

حدیث نمبر ۵۔ وعن ابن عمرؓ ان غيلان بن سلمة الثقفی اسلم وله عشر نسوة فی الجاهلية فاسلمن فقال النبی صلعم امسک اربعا و فارق سائرهن

(احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجه)

حدیث نمبر ۶۔ وعن نوفل بن معاويه قال اسلمت و تحتی خمس نسوة سألت النبی ﷺ فقال فارق واحدة و امسک اربعا

(شرح السنة بحوالۂ مشكوٰة ج۲ صفحه ۲۷۴)

''ابن عمرؓ فرماتے ہیں، کہ غیلاں ثقفی کے نکاح میں جاہلیت کے زمانے سے دس بیویاں تھیں جب وہ اسلام لائے، تو عورتیں بھی آپ کے ساتھ مسلمان ہوگئیں آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ چار کو رکھو اور باقی چھوڑ دو اسی طرح نوفل بن معاویہ خود کہتے ہیں کہ میں جب اسلام لایا تو میرے نکاح میں پانچ بیویاں موجود تھیں۔ حضور ﷺ سے جب میں نے پوچھا کہ آپ نے فرمایا کہ چار رکھو اور ایک چھوڑ دو''

روایات کا ماحصل:

مذکورہ بالا روایتوں سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔ جن سے مسئلہ تعدد ازواج کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ اور ایک اسلام پسند شخص کیلئے اس مسئلہ میں بشرطیکہ وہ مغربی نظریات سے مرعوب نہ ہو ادنیٰ سے ادنیٰ تردد کی بھی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔

نمبر۱۔ آنحضرت ﷺ نے خود ہی تعدد ازدواج کے طریقہ پر عمل کیا ہے۔اور صحابہ کرام کو بھی اسکی اجازت دی حدیث نمبر ا سے خود حضور ﷺ کا عمل۔اور حدیث نمبر ۵ اور نمبر ۶ سے جن میں غیلان ثقفیؓ اور نوفل بن معاویہ کے واقعات مذکور ہیں۔صحابہؓ کو تعدد ازدواج کی اجازت دینا واضح ہے۔

نمبر۲۔ متعدد بیویوں کے درمیان ظاہری حقوق زوجیت میں عدل کرنا واجب ہے۔

نمبر۳۔ اس عدل کو چھوڑ کر کسی ایک بیوی کی طرف اس طرح جھک جانا جس سے باقی بیویوں کی حق تلفی ہو حرام ہے" حدیث نمبر ۴ میں دونوں حکم بہ تصریح مذکور ہیں۔

نمبر۴۔ قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنا مقدور ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں ہے" حدیث نمبر۳ سے اس حکم کا اخذ کیا جاسکتا ہے۔

یہ ہی وہ احکام ہیں۔جن پر کتاب وسنت سے ثابت ہونے کے علاوہ امت کا متفقہ تعامل بھی ساڑھے تیرا سو سال سے چلا آرہا ہے اور کسی نے کبھی ان احکام کے شرعی ہونے سے انکار نہیں کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ اور علماء و مجتہدین نے بالاتفاق اپنے اپنے مذہب کے فقہی احکام میں جہاں دیگر مسائل کیلئے ابواب وضع کئے ہیں۔وہاں تعدد ازواج کے حقوق کیلئے "باب القسم" وضع کیا ہے اگر تعدد ازواج ہی سرے سے ایک مکروہ رسم ہوتا۔تو آخر دیگر ابواب فقہیہ میں باب القسم شامل کرنے کی ان کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔اسلئے اسلامی شریعت کی رو سے یہ تسلیم کرنا کہ تعدد ازواج ایک قبیح رسم ہے اور قانون کے رو سے اس کا انسداد کرنا چاہئے۔اسلامی شریعت سے ناواقف ہونیکی کھلی دلیل ہے۔نیز عقل سلیم کی رو سے تعدد ازواج کا فی نفسہ برائی ہونا بجائے خود نا قابل تسلیم ہے۔کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے۔اگر اسکی اجازت نہ ہو۔تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے ہیں ۔حصار نکاح سے باہر صنفی بدامنی پھیلانے لگتے ہیں۔جن کے نقصانات تمدن واخلاق کیلئے اس سے بہت زیادہ ہیں۔جو تعدد ازواج سے پہنچ سکتے ہیں۔اس لئے قرآن وحدیث نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دی ہے۔جو انکی ضرورت محسوس کریں۔بہر حال جب یہ ثابت ہو گیا کہ تعدد ازواج کوئی مکروہ فعل نہیں ہے۔تو اس کے انسداد کیلئے سفارشات میں دفعات رکھنے کی ضرورت نہیں رہتی اس کے بعد مختصر طور پر مذکورہ بالا دفعہ کے نقصانات پر بحث کیجاتی ہے۔تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ دفعہ علاوہ اس کے کہ ایک غلط اور غیر اسلامی نظریہ پر اسکی بنیاد رکھی گئی ہے۔بہت سے مفاسد اور نقصانات کا حامل بھی ہے۔

مذکورہ بالا دفعہ کے نقصانات:

جمہوری دنیا کے تمام قانون دانوں کے ہاں یہ ایک مسلم امر ہے۔کہ قانون سازی میں سب سے پہلے اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ قانون میں کوئی ایسا دفعہ نہ ہو۔جو سب لوگوں کیلئے یکساں طور پر نفع بخش نہ ہو اور جس سے

اس معاشرے میں توازن قائم نہ رہنے کا اندیشہ ہو۔ جو اس قانون پر آئندہ چل کر تعمیر کیا جا رہا ہو۔ اس مسلمہ اصول کو سامنے رکھ کر جب ہم مذکورہ بالا دفعہ پر غور کرتے ہیں۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس دفعہ کی رو سے معاشرے میں توازن قائم رہنا تو درکنار اسلامی قوانین سے مکمل آزاد موجودہ معاشرے میں جو خرابیاں موجود ہیں۔ ان سے کہیں بڑھکر خرابیاں پیدا ہو جائینگی۔ جن کے نقصانات کا تدارک پھر مشکل سے ہو سکے گا۔ مثال کے طور پر ہم یہاں ان خرابیوں میں سے چند خرابیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

نمبر ا۔ فرض کیجئے ایک شخص کو خداوند کریم نے جسمانی قوتوں میں سے زائد مقدور کی قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ وہ ایک بیوی پر قناعت نہیں کر سکتا ہے۔ نہ اسے ضبط نفس کا ملکہ حاصل ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ زنا سے بچنے کیلئے دوسری شادی کرے۔ لیکن اس کی مالی پوزیشن حکومت کے نزدیک دوسری شادی کیلئے معیاری نہیں ہے۔ ایسی حالت میں یہ شخص سوائے اس کے اور کریگا کیا؟ کہ اپنی صنفی خواہش کو پورا کرنیکے لئے زنا کی فکر میں ہی رہیگا۔ تو کیا ایسے اشخاص کو (جن کا وجود اب بھی معاشرے میں کم نہیں ہے) مذکورہ بالا دفعہ زنا کرنے پر آمادہ نہیں کریگا؟ اور موجودہ معاشرے میں جو زنا کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دفعہ اس میں مزید اضافہ کرنے کا موجب نہ ہوگا۔

نمبر ۲۔ فرض کیجئے ایک شخص کو فطری طور پر یا معقول وجوہ کی بنا پر اپنی پہلی بیوی سے محبت کم یا بالکل نہیں ہے۔ یا اس سے رنجیدہ خاطر ہو گیا ہے۔ اگر چہ وہ پہلی بیوی کی حق تلفی تو نہیں کرتا ہے۔ مگر چاہتا ہے کہ محبت کی دوسری شادی کرے۔ اور عدالت ضوابط کے ماتحت اس پہلی بیوی کی زندگی میں اجازت دیتی نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس شخص کی مراد براری کی راہ میں پہلی بیوی کا وجود ایک رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اسلئے ضرور یہ خطرہ پیدا ہوگا۔ کہ یہ شخص پہلی بیوی ہی کو فنا کر ڈالے۔ تو کیا یہ قتل اگر سرزد ہو گیا۔ تو اس دفعہ کے رو سے نہ ہوگا جسکی بنا پر دوسری شادی کیلئے عدالت سے منظوری لینے کو ضروری قرار دیا گیا ہے؟ یہ دفعہ بہت سے اشخاص کو قتل نفس پر آمادہ کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے نقصانات ہیں۔ جو اس قسم کے دفعات کو قانونی شکل دیدینے کے بعد معاشرے میں ابھرنے شروع ہونگے۔ جو مشکل سے پھر معاشرے سے دور کیئے جا سکیں گے۔ کمیشن نے اس دفعہ کے متعلق جو یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر عدالت کی منظوری کے بغیر دوسری شادی کر دی جائے۔ تو بہت ممکن ہے۔ کہ شادی کرنے والے کی آمدنی دونوں بیویوں اور انکی اولاد کیلئے کافی نہ ہو۔ ایسی حالت میں دوسری شادی کرنے سے کسی ایک بیوی کے ساتھ بدانصافی کرنے پر مجبوراً آمادہ ہوگا۔ جس سے معاشرتی زندگی میں تلخی کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ جو تعلقات زن و شوہر کی کشیدگی پر منتج ہو کر رہیگی۔ اور جب عدالت سے منظوری لینے کو لازمی قرار دیا جائے تو عدالت اس وقت تک اجازت نہ دیگی جب تک اسے یہ اطمینان نہ ہو کہ درخواست دہندہ کی آمدنی دونوں بیویوں کیلئے کفالت کر سکتی ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ خیال بھی مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر درست نہیں ہے۔

نمبرا۔ سوال یہ ہے کہ ظلم اور بے انصافی کا خطرہ تو پہلی شادی میں بھی ہے۔ اگر وہ شخص ایک بیوی کی اولاد کی کفالت نہ کرسکتا ہے۔ اسے نکاح کی کھلی چھٹی کیوں مل رہی ہے؟ کیوں نہ اس شخص کے اعتدال کا معاملہ بھی عدالت کی منظوری سے مشروط ہو۔ کہ جب تک نکاح کا خواہشمند عدالت کو اپنی پوزیشن اور آمدنی کے متعلق اطمینان نہ دلا دے اس وقت تک کسی کو نکاح کی اجازت نہ دیجائے؟ کیا خدائی قوانین کی رو سے صرف دوسری شادی سے پیدا ہونے والی بے انصافی یا ظلم کا سد باب ضروری ہے۔ اور جو پہلی شادی سے پیدا ہونے والی ہو اس پر قانونا کوئی گرفت نہیں کیجائیگی۔

نمبر۲۔ جن خرابیوں کے سد باب کیلئے اجازت کی قید لازمی قرار دی گئی ہے۔ فی الحقیقت یہ قید اُن خرابیوں کا سد باب کرہی نہیں سکتی ہے۔ کیا اس وقت ایسے لوگ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ جو بڑی بڑی جائیدادیں رکھتے ہیں۔ جن سے بڑی بڑی آمدنیاں آتی ہیں۔ مگر پھر بھی ایک بیوی کو نذر تغافل کیے ہوئے ہیں؟ تو آخر یہ قید ان خرابیوں کا سدِ باب کریگی کیا؟

ایسی پر خطر اور جامد تجویزوں اور سفارشوں کی بجائے بہتر یہ ہے۔ کہ ہم شریعت کے اس قاعدے پر اکتفا کریں ایک نہیں ایک سے زائد شادیاں کرنے میں تو خود مختار ہو۔ مگر جس بیوی کو اس سے یہ شکوہ ہو کہ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا جارہا ہے۔ اس کے لئے عدالت کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

دفعہ نمبر۲۔ نکاح کیلئے لڑکے کی عمر ۱۸ اور لڑکی کی ۱۶ سال سے کم نہ ہو"

تنقید وتبصرہ:۔ ہمارے نزدیک اس دفعہ میں بنیادی کمزوری یہ ہے۔ کہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان نے جب ایک دفعہ دستوری حیثیت سے یہ تسلیم کرلیا ہے۔ کہ ملکی قانون کا ماخذ کتاب وسنت ہونگے اور کوئی قانون کتاب اور سنت کے خلاف نہیں بنایا جائیگا۔ تو پھر ایسے دفعات کی منظوری کی سفارش اصولاً غلط ہے۔ جن کا نام ونشان بھی کتاب وسنت رسول میں نہ ہو۔ اور نہ اسلامی شریعت کے قوانین میں ان کیلئے کوئی بنیاد مل سکتی ہو۔ کیا کمیشن کے ارکان میں سے وہ ارکان جنہوں نے اس قسم کی دفعات کی منظوری کی سفارش کی ہے۔ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ کتاب وسنت کی رو سے نکاح کیلئے زوجین کی عمر کی بھی کوئی حد ضروری ہے۔ جس نے بغیر نکاح اسلامی شریعت کی رو سے قانونی نکاح نہ سمجھا جائے؟ مگر جواب نفی میں ہوگا (اور یقیناً نفی میں ہے) تو پھر ایسی سفارشات کے متعلق ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کمیشن نے درحقیقت سفارشات کے پردے میں یہ کوشش کی ہے۔ کہ دستور ہی سے یہ دفعہ نکال دیا جائے کہ کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائیگا"

ممکن ہے کمیشن نے یہ خیال کیا ہو کہ نکاح کیلئے عمر کا تعین چونکہ از روئے قرآن یا حدیث صحیح ممنوع نہیں ہے۔ اسلئے اس دفعہ میں قرآن وحدیث کی کوئی مخالفت ہی نہیں لیکن یہ خیال اس لئے صحیح نہیں کہ قرآن وحدیث میں اگرچہ قولی صریح ممانعت تعین عمر سے نہیں ہے۔ لیکن سنت سے کمسنی کے شادیوں کا جواز ثابت ہے اور احادیث صحیحہ میں

اس کے عملی نظائر موجود ہیں تو عمر کی ایک مقدار کو ازروئے قانون نکاح کے لئے مقرر کر دینا اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اس عمر سے کم میں اگر کوئی نکاح کر لیا جائے تو قانوناً اسے باطل قرار دیا جائے گا اور ملکی عدالتیں اسے جائز تسلیم نہیں کریں گی اب سوال یہ ہے کہ جو نکاح شرعاً جائز ہے آپ اسے قانوناً باطل اور حرام کس دلیل سے کرتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس اسے ناجائز اور باطل ٹھہرانے کے لئے قرآن وحدیث صحیح سے کوئی دلیل موجود ہے؟

دراصل یہ دفعہ کمسنی کی شادیوں کو روکنے کیلئے رکھا گیا ہے۔ لیکن اسلامی شریعت کی رو سے کم سنی کا نکاح چونکہ ایک جائز فعل ہے۔ احادیث میں اس کے عملی نظائر بھی موجود ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ کا نکاح ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ ۹ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ اس سے قانون کے ذریعہ سے کم سنی کے نکاحوں کو روکنا یہ شریعت اسلامی میں ترمیم کے مترادف ہے۔ جو کسی حال میں بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ البتہ کم سنی کی شادیوں میں بعض اوقات میں مفاسد رونما ہوتے ہیں۔ ان کا انسداد ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ کہ کم سنی کے نکاحوں کو ہی روکا جائے بلکہ اسلامی قانون کی رو سے زوجین کو جو حقوق واختیارات دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ جائز طریقہ پر استعمال کئے جائیں۔ تو خود بخود اس قسم کے مفاسد کا انسداد ہوگا۔ مثلاً شریعت ان کو خیار بلوغ کا حق دیتا ہے ضرورت کے وقت میں خلع کا حق بھی استعمال کر سکتی ہے اس قسم کے قانونی اختیارات کے استعمال کے ذریعے سے مفاسد کا ازالہ کیا جا سکتا ہے تو آخر کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کے لئے شریعت ہی میں ترمیم کر دیں؟

اسی طرح ہمارے ملک میں جسمانی طور پر اٹھارہ سال سے بہت پہلے ایک لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اور لڑکیاں بھی سولہ سال سے پہلے جسمانی بلوغ کو پہنچ جاتی ہیں ان عمروں کو ازروئے قانونی نکاح کے لئے کم سے کم عمر قرار کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس سے کم عمر والے لڑکوں اور لڑکیوں کی صرف شادی پر اعتراض ہے کسی دوسرے طریقہ سے جنسی تعلقات پیدا کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے شریعت اسلامی نے اس طرح کے مصنوعی حد بندیوں سے اس لئے احتراز کیا ہے کہ در حقیقت غیر معقول ہے اس کی بجائے بہتر صورت یہ ہے کہ بعض لوگوں کے اپنے ہی اختیار تمیزی پر چھوڑ دی جائے کہ وہ کب نکاح کرے اور کب نہ کریں۔ لوگوں میں تعلیم اور عقلی نشو ونما کے ذریعہ سے جتنا زیادہ شعور پیدا ہوگا اسی قدر زیادہ صحیح طریقہ سے وہ اپنے اس اختیار تمیزی کو استعمال کریں گے اور کمسنی کے نامناسب نکاحوں کا وقوع جواب ہمارے معاشرے میں کچھ بہت زیادہ نہیں ہے روز بروز کم تر ہوتا چلا جائے گا شرعاً ایسے نکاحوں کو جائز صرف اس لئے رکھا گیا ہے بسا اوقات کسی خاندان کی حقیقی مصلحتیں اس کی متقاضی ہوتی ہیں۔ اس ضرورت کی خاطر قانوناً اسے جائز ہی رہنا چاہیے۔ اور اس کے نامناسب ازدواج کے روک تھام کیلئے قانون کی بجائے تعلیم اور عام بیداری کے وسائل پر ہی اعتماد کرنا چاہیے۔

(باقی آئندہ)